تفسیر السراج المنیر (تفسیر شربینی) میں ذکر کردہ اسرائیلیات کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of The Israelite Texts Mentioned in the Tafsir Al-Sarraj Al-Munir (Tafsir Al-Sharbin)

Dr Muhammad Israr Khan
Lecturer, Department of Islamic Studies,
University of Buner, KPK
Email: israrhasher295@mail.com
Muhammad Abbas
MPhil Scholar, Shifa Tameer-e-Millat University, Islamabad
Email: muhammadabbassalmad66@gmail.com
Jalal Ahmad
MPhil Scholar, Shifa Tameer-e-Millat University, Islamabad
Email: writerlyahmad@gmail.com

Abstract

This study critically examines the presence and treatment os israiliyyat (judeo- Biblical narratives) in Tafsir al-Siraj al-Munir by the shafi exegete imam shams al din Muhammad al Khatib al- shirbini (d. 977 AH). Although al- shirbini demonstrates strong commitment to the Quran, authentic Sunnah, linguistic analysis, and the cred of Ahl al-Sunnah WA al- jamaah, his Tafsir like many classical words, is not entirely free from israili narrations.

The research shows that al-shirbini generally adopts a critical approach toward such reports, explicitly rejecting weak or fabricated narrations that contracdict Quranic principles or undermine prophetic infallibility. He frenquently relies on the arguments of leading scholars such as Imam Afkhr al Din al- Razi.However, in matters where the Quran remains silent on historical details, he occasionally transmits israili narrations without clarification or critique.These reports, often originating from transmitters known for narrating judeo- Bibilical material, lack suppot from authentic traditions.The study concludes that al-shirbini's approach is balanced yet inconsistent, highlighting the need for methodological caution when engaging with classical Tafsir literature.

Keywords: Israiliyyat; Tafsir al-Siraj al- Munir; al-Khatib al-Shirbini; Quranic Exegesis; Classical Tafsir; Prophetic Infallibility; judeo- Biblical Narratives

مصنف رحمہ اللہ کی حالات زندگی

آپ کا نام شمس الدین محمد بن محمد شربینی ہے اور "خطیب شربینی" سے مشہور ہوئے۔ آپ کی نشو نما چونکہ "شربین" نامی شہر میں ہوئی اسی وجہ سے آپ "شربینی" کہلائے۔ دسویں صدی کے ایک متبحر عالم تھے، قاہرہ (مصر) کے رہنے والے، شافعی المسلک تھے، بڑے عالم اور مفسر تھے۔ شیخ احمد البرلسی العمیرہ[1]، شیخ شہاب الدین الرملی[2] اور شیخ ناصر الدین الطبلاوی[3] مشہور اساتذہ ہیں۔ ان شیوخ نے آپ کو افتاء و تدریس کی اجازت دی تھی، چنانچہ آپ نے ان شیوخ کی زندگی ہی میں درس اور فتویٰ دینا شروع کیا، آپ سے بے شمار شاگرد مستفید ہوئے۔[4]

زہد و تقویٰ

مصر والوں کا آپ کے علم و عمل، زہد و تقویٰ اور کثرتِ عبادت پر اجماع ہے۔ آپ نے خود کو درس و تدریس کے لئے فارغ کیا تھا۔ کثیر التواضع اور انتہائی حیاء والے تھے۔ اپنے اساتذہ اور مشائخ کا بے حد ادب واحترام کرتے اور ان کی تعریف و ثناء کرتے۔ آپ پورے رمضان کا اعتکاف فرماتے۔ جب حج پر شریف لے جاتے تو اکثر پیدل چلتے جب تھک جاتے تو سواری پر سوار ہو جاتے۔ راستے میں آپ لوگوں کو حج کے احکامات اور سفر کے آداب سکھاتے اور لوگوں کو نماز کی ترغیب دیتے، جب مکّہ مکرّمہ پہنچتے تو کثرت سے طواف کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت پر بکثرت حاضری دیتے، جب کوئی اہم کام پیش آتا تو آپ ﷺ کی روضہ مبارکہ کے پاس استخارہ کرتے۔

اپنی کتاب "مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج" میں کوئی حرف اس وقت تک تحریر نہ فرماتے جب تک رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت نہ کرتے اور وہاں دو رکعت استخارہ کی نیت سے نہ پڑھتے۔[5] آپ علوم القرآن اور علوم الحدیث کافی مہارت رکھتے تھے۔ نحو، صرف، لغت اور منطق کے ماہر تھے۔

فقہ اوراحکام شرعیہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے متبع اور مقلد ہیں۔ عقیدہ میں اہلِ سنت والجماعت کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں، بعض آیات کی تفسیر کے ضمن میں معتزلہ کی آراء کو رد کرتے ہیں۔[6] شعبان المعظم 977ھ کو فوت ہوئے۔[7]

تصنیفات

تفسیر "السراج المنیر" کے علاوہ آپ کی تصنیفات متعدد ہیں، چند کے نام یہ ہیں۔

(1) الإقناع فی حل الفاظِ ابی شجاع، یہ فقہ شافعی میں ہے اور جامعہ ازہر میں مرحلہ ثانویہ کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے آپ اس کی تالیف سے 972ھ کو فارغ ہوئے، اس کی حاشیہ پر مدابغی رحمہ اللہ کی دو جلدوں میں

شرح ہے۔[8] (2) شرح منہاج الطالبین للنووی (3) فتح الخالق المالکِ فی حل الفاظِ الفیۃ بنِ المالک (4) شرحُ التنبیہ لابی اسحاق ابراہیم بن علی الشیرازی الفقیہ (م:476ھ)، یہ کتاب فروعِ شافعیہ میں ہے۔[9] (5) تقریراتُ الشربینی علی المطول فی البلاغۃ للتفتازانی (6) مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظِ المنہاج، اس کی حاشیہ پر "منہاج الطالبین للنواوی" کا متن ہے جو فقہ شافعی میں ہے (7) شرح منہاج الدین فی شُعب الاِیمان، یہ "منہاج الدین فی شُعب الاِیمان" کی شرح ہے جو شیخ امام ابی عبد اللہ حسین بن الحسن الحلیمی الجرجانی الشافعی (م:403ھ) کی ایک جلیل القدر کتاب ہے جس میں احکام اور مسائلِ فقہیہ ہیں، تین جلدوں پر مشتمل ہے[10]

تفسیر کی اہم خصوصیات

1. مؤلف رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سلف صالحین سے استفادہ کیا ہے۔
2. آپ رحمہ اللہ بیضاوی، زمخشری اور بغوی رحمہم اللہ کے اقوال نقل کرتے ہیں، اکثر ان کے اقوال قبول فرماتے ہیں جبکہ بعض مقامات پر ان کی تردید بھی کرتے ہیں، خصوصاً سورتوں کے فضائل کے سلسلے میں ان سے جو روایات منقول ہیں، انہیں موضوع قرار دے کر رد فرماتے ہیں۔
3. مؤلف رحمہ اللہ قراءآتِ متواترہ ذکر کرتے ہیں۔
4. تفسیر سے متعلق جابجا نحوی مسائل کا تذکرہ فرماتے ہیں۔
5. حدیث صحیح اور حسن کے سوا دیگر احادیث ذکر نہیں کرتے، علامہ زمخشری اور بیضاوی رحمہم اللہ پر اس لئے تنقید کرتے ہیں کہ انہوں نے سورتوں کے فضائل میں احادیثِ موضوعہ ذکر کی ہیں، ضعیف حدیث ذکر کرتے ہیں تو اس کی ضعف پر روشنی ڈالتے ہیں۔
6. تفسیری نکات ذکر کرنے کے علاوہ بعض سوالات ذکر کرکے ان کے جوابات دیتے ہیں۔
7. سورتوں اور آیات کی ربط و مناسبت واضح کرتے ہوئے شرعی احکام کے براہین اور دلائل بیان کرتے ہیں۔
8. مختلف فیہ مسائل میں فقہاءِ کرام رحمہم اللہ کے اقوال ذکر کرکے امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔
9. اکثر و بیشتر اسرائیلیات پر رد فرماتے ہیں، لیکن پھر بھی آپ کی تفسیر اسرائیلی واقعات سے خالی نہیں۔

تفسیر کے اہم مصادر

آپؒ کئی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں، جن میں تفسیر، حدیث اور لغت کی کتابیں شامل ہیں۔ چند تفاسیر کے نام یہ ہیں۔

جامع البیان فی تاویل القرآن (تفسیر الطبری)، معالم التنزیل في تفسیر القرآن (تفسیر البغوی)، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل للزمخشری، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)، انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)، تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التاویل)، البحر المحیط في التفسیر لابی حیان، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، (تفسیر البقاعی)

احادیث کی باب میں صحاح ستہ (صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن الترمذی، سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ) کے علاوہ آپ امام بیہقی رحمہ اللہ کی (السنن الصغیر اور السنن الکبریٰ) اسی طرح امام ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی فتح الباری (شرح صحیح البخاری) سے استفادہ فرماتے ہیں۔

مفردات کی توضیح میں علماءِ لغت پر اعتماد کرتے ہیں، جن میں بعض کے نام یہ ہیں۔

1. سیبویہ، عمرو بن عثمان بن قنبر الحارثی بالولاء، ابو بشر، الملقب سیبویہ (م:180ھ) رحمہ اللہ [11]
2. الاخفش الاوسط، ابو الحسن المجاشعي بالولاء، البلخی البصري، المعروف بالاخفش الاوسط (م:215ھ) رحمہ اللہ [12]
3. الزجاج، ابراہیم بن السری بن سہل، ابو اسحاق الزجاج (م:311ھ) رحمہ اللہ [13]
4. الفراء، محمد بن الفضل بن نظیف ابو عبد اللہ المصری الفراء (م:431ھ) رحمہ اللہ [14]
5. الراغب الاصفهاني، ابو القاسم الحسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفهاني (م:502ھ) رحمہ اللہ [15]
6. مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الکریم الشیبانی الجزری ابن الاثیر (م:606ھ) رحمہ اللہ
7. العکبری، ابو البقاء عبد اللہ بن الحسین بن عبد اللہ العکبری البغدادی محب الدین (م:616ھ) رحمہ اللہ [16]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال بکثرت نقل کرتے ہیں۔ چند صحابۂ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

سیدہ عائشہ بنت ابی بکر، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا عبد اللہ بن عمر، سیدنا جابر اور سیدنا مجاہد، سیدنا قتادہ اور سیدنا سدی رضی اللہ عنہم وغیر ہم۔

ان کے علاوہ بھی علامہ شربینی رحمہ اللہ کئی دوسرے مصادر سے استفادہ کرتے ہیں جو آپ کی وسعتِ علمی پر دلالت کرتی ہے۔

موضوع روایات اور اسرائیلیات میں آپ کا موقف

دوسری تفاسیر کی طرح علامہ شربینی رحمہ اللہ کی تفسیر بھی اسرائیلیات کے اثر سے محفوظ نہیں، چنانچہ آپ کی تفسیر میں بھی بعض مواضع پر اسرائیلی واقعات کا تذکرہ ملتا ہے، جن پر تنبیہ کئے بغیر آپ ان کا ذکر کرتے

ہیں اور یہ عام طور پر وہی روایات ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے: لانصدق ولا نكذب" منقول ہے۔ البتہ آپ جب کسی ایسی واقعہ کو نقل کرتے ہیں جس سے کسی نبی کی عصمت متاثر ہوتی ہے تو آپ اس پر تنبیہ فرما کر اس کی ضعف کو واضح کرتے ہیں۔ چند مثالوں سے علامہ شربینی رحمہ اللہ کا یہ منہج واضح ہو جاتا ہے۔

1: اللہ تعالیٰ کے قول:"وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ"[17] کی تفسیر کرتے ہوئے سکینہ کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے اقوال بلاتردید کے نقل فرماتے ہیں:

"وقال علي:هو صورة لها رأسان ووجه كوجه الإنسان،وقال مجاهد: هي شيء يشبه الهرة له رأس كرأس الهرّة وذنب كذنب الهرّة وله جناحان،وقيل: له عينان لهما شعاع وجناحان من زمرد وزبرجد،وقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما:هي طشت من ذهب من الجنة،كان يغسل فيه قلوب الأنبياء،وقال وهب:هي روح من الله تتكلم إذااختلفوا في شيء تخبرهم ببيان ما يريدون "[18]

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ ایک صورت ہے جس کے دو سر اور چہرہ انسان کے چہرے کی ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں: یہ بلی کی طرح ایک جانور تھا، جس کا سر اور دم بلی کی طرح تھے اور اس کے بازو بھی تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کی دو آنکھیں ہیں جس سے شعاع نکلتی ہے اور زمرد اور زبرجد کے بازو ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ جنت کے سونے ایک طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے۔ وہب فرماتے ہیں: اللہ کی طرف سے ایک روح ہے جو باتیں کرتی ہے جب وہ آپس میں کسی بات میں اختلاف کرنے لگتے، تو یہ ان کو وہ بات بتاتی تھی جو وہ جاننا چاہتے تھے۔

ان روایات میں سے کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس کے مفہوم پر قرآن کی کسی آیت سے روشنی پڑتی ہو اور نہ آپ ﷺ سے اس کوئی صحیح حدیث منقول ہے اور نہ کسی صحیح روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو باتیں قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اور نہ ان سے ان باتوں کی تائید ہوتی ہے، تو یقینی طور پر ان کا سر چشمہ کوئی اور ہو گا اور وہ منبع و مخرج اسرئیلی روایات ہیں۔

2: آیت:"وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ"[19] کی تفسیر کے تحت الواح کی تعداد اور کیفیت کتابت کے بارے مختلف اقوال ذکر کرکے آخر میں امام رازی کے حوالہ سے اس پر ضمناً رد فرماتے ہیں:

"قال الإمام الرازي: وليس في لفظ الآية ما يدل على كيفية تلك الألواح وعلى كيفية تلك الكتابة فإن ثبت ذلك التفصيل بدليل منفصل قويّ وجب القول به وإلا وجب السكوت عنه "[20]

ترجمہ: امام رازی فرماتے ہیں: آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو ان الواح اور کتابت کی کیفیت پر دلالت کرے، البتہ اگر یہ تفصیل کسی قوی دلیل سے ثابت ہو جائے تو اسے تسلیم کیا جائے گا ورنہ سکوت واجب ہے۔

آیت: "وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ"[21] کی تفسیر کے تحت محمد بن اسحاق[22] رحمہ اللہ کے حوالے سے اصحابِ کہف کا واقعہ ذکر کر کے ان کے نام، غار میں جانے کا سبب، ان کی تعداد اور ان کے کتے کا نام تفصیل سے بیان کیا ہے، جنہیں قرآن نے اجمالاً ذکر کیا ہے اور یہ تفصیلات کسی صحیح حدیث سے بھی ثابت نہیں۔

اسی طرح آیت: "سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ "[23] کی تفسیر کے تحت اصحابِ کہف کے نام، ان کی تعداد، ان کے کتے کا نام تفصیل سے بیان فرماتے ہیں:

"وقال الرازي: وأسماؤهم تمليخا مكسلمينا مشلينا وهؤلاء الثلاثة كانوا أصحاب يمين الملك وعن يساره مرنوش ودبرنوش وشاذنوش وكان الملك يستشير هؤلاء الستة ليتصرّفوا في مهماته،والسابع كشفطيوش وهو الراعي الذي وافقهم لما هربوا من ملكهم . وروي عن ابن عباس أنه قال: هم مكشلمينا وتمليخا ومرطونس ويدنونس ودونواقس وكقشطونس وهو الراعي وإسم كلبهم قطمير وإسم مدينتهم أفسوس "[24]

ترجمہ: امام رازی فرماتے ہیں: ان کے نام تملیخا، مکسلمینا اور مشلینا تھے اور یہ تینوں بادشاہ کے دائیں طرف والے تھے اور اس کے بائیں طرف والے مرنوش، دبرنوشا اور شاذنوش تھے، بادشاہ اپنے اہم امور میں ان چھ کے ساتھ مشورہ کرتے تھے، اور ساتواں کشفطیوش تھا جو ایک چرواہا تھا جو راستے میں ان کے ساتھ ملا تھا جب یہ لوگ بھاگ گئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان کے نام مکشلمینا، تملیخا، مرطونس، یدنونس، دونواقس اور کقشطونس ان کا چرواہ تھا۔ ان کے کتے کا نام قطمیر اور شہر کا نام افسوس تھا۔

اس مقام پر آپ نے یہ تنبیہ نہیں فرمائی کہ یہ اسرائیلیات ہیں یا یہ روایات ضعیف ہیں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس پر رد فرماتے ہیں:

" وَفِي تَسْمِيَتِهِمْ بِهَذِهِ الْأَسْمَاءِ وَإِسْمِ كَلْبِهِمْ نَظَرٌ فِي صِحَّتِهِ،وَاللَّهُ أَعْلَمُ،فَإِنَّ غَالِبَ ذلك مُتَلَقًّى مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ "[25]

ترجمہ: ان کا ان ناموں کے ساتھ مسمی ہونا اور ان کے کتے کا نام محل نظر ہے، وَاللَّهُ أَعْلَمُ، اس لئے کہ ان کے اکثر اہل کتاب سے آئے ہیں۔

علامہ شنقیطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر "أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن" میں ان روایات کو اسرائیلیات کہہ کر ان سے اعراض فرماتے ہیں:

" وَاعْلَمْ أَنَّ قِصَّةَ أَصْحَابِ الْكَهْفِ وَأَسْمَاءَهُمْ وَفِي أَيِّ مَحِلٍّ مِنَ الْأَرْضِ كَانُواكُلُّ ذَلِكَ لَمْ يَثْبُتْ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ زَائِدٌ عَلَى مَا فِي الْقُرْآنِ وَلِلْمُفَسِّرِينَ فِي ذَلِكَ أَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ إِسْرَائِيلِيَّةٌ أَعْرَضْنَا عَنْ ذِكْرِهَا لِعَدَمِ الثِّقَةِ بِهَا "[26]

ترجمہ: جان لیں کہ اصحابِ کہف کا قصہ اور ان کے اسماء اور وہ کس مقام میں تھے ان میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں سوائے اس کے جو قرآن سے ثابت ہے اور مفسرین کا اس بارے میں بہت سارے اسرائیل روایات ہیں ان کے ذکر سے ہم نے اعراض کیا اس لئے کہ ان پر اعتماد نہیں۔

4: آیت: "أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ"[27] کی تفسیر کرتے ہوئے اس دآبہ کی صفت، مکانِ خروج اور اسکے کلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وعن ابن جريج في وصفها فقال: رأسها رأس الثور،وعينها عين الخنزير،وأذنها أذن فيل ،وقرنها قرن أيل وعنقها عنق نعامة، وصدرها صدر أسد،ولونها لون نمر،وخاصرتها خاصرة هرّ،وذنبها ذنب كبش،وخفهاخف بعير ومابين المفصلين اثناعشرذراعاً بذراع آدم عليه السلام،وروي أنها لا تخرج إلا رأسها ورأسها يبلغ عنان السماءأي: يبلغ السحاب ،وعن أبي هريرة: فيها من كل لون وما بين قرنيها فرسخ للرّاكب،وعن الحسن لايتم خروجها إلا بعد ثلاثة أيام "[28]

ترجمہ: ابن جریج سے اس کا وصف یوں منقول ہے: اس کا سر بیل کی سر کی طرح ہے، اور آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کی طرح، اور کان ہاتھی کے کان کی طرح اور سینگ بارہ سنگھا کی سینگ کی طرح اور گردن شتر مرغ کی گردن کی طرح اور سینہ ہاتھی کی سینے کی طرح، اور رنگ چیتے کی رنگ کی طرح، اور کمر بلی کے کمر کی طرح، اور دم مینڈھے کی دم کی طرح، اور اس کی ٹاپ اونٹ کی ٹاپ کی طرح، اور دو جوڑوں کے درمیان فاصلہ بارہ گز ہے آدم علیہ السلام کی گز کی طرح، اور روایت کیا گیا ہے: کہ زمین سے صرف اس کا سر نکلے گا اور اس کا سر آسمان کی کنارے یعنی بادلوں تک پہنچے گا، اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اس میں ہر قسم کا رنگ ہو گا اور اس کے دونوں سینگوں کے درمیان فاصلہ ایک فرسخ ہو گا، اور حسن سے روایت ہے کہ اس کا خروج تین دن میں پورا ہو گا۔

یہ مقام بھی ان مقامات میں سے ہے جس میں علامہ شربینی رحمہ اللہ نے اسرائیلیات نقل فرمائی ہیں اور اس کی وضاحت نہیں کی ہیں کہ یہ اسرائیلی روایات ہیں حالانکہ علامہ شربینی رحمہ اللہ نے اس دآبۃ کی صفت،

مکان خروج اور اس کے طول وغیرہ کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا ہے وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور یہ سب اسرائیلیات ہیں، خاص کر وہ روایات جن کے راوی ابن جریج رحمہ اللہ[29] ہو۔

ابن جریج بعض علماء کے نزدیک ثقہ راوی ہے لیکن آپ اسرائیلیات کو کثرت سے نقل کرنے والے ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ابن جریج کے بارے میں فرماتے ہیں:

" وكان ثقة صادقا،كثير النقل من كتب الإسرائيليات "[30]

ترجمہ: آپ ثقہ اور صادق ہے لیکن اسرائیلی کتابوں سے بکثرت نقل کرنے والے ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے بڑے انصاف کی بات فرمائی ہے:

" وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا دَلَالَةَ فِي الْكِتَٰبِ عَلَى شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمُورِ،فَإِنْ صَحَّ الْخَبَرُ فِيهِ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِلَ وَإِلَّا لَمْ يُلْتَفَتْ إِلَيْهِ "[31]

ترجمہ: ان امور میں سے کوئی چیز کتاب میں ثابت نہیں، اگر ان میں کوئی بات رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اسے قبول کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

شیخ ابوحیان الاندلسی رحمہ اللہ ان روایات سے اعراض فرماتے ہیں جن میں دآبۃ الارض کے بارے میں اس قسم کی تفاصیل بیان ہوئی ہو۔

" وَاخْتَلَفُوا فِي مَاهِيَّتِهَا، وَشَكْلِهَا، وَمَحَلِّ خُرُوجِهَا، وَعَدَدِخُرُوجِهَا، وَمِقْدَارِمَا تَخْرُجُ مِنْهَا، وَمَا تَفْعَلُ بِالنَّاسِ،وَمَاالَّذِي تَخْرُجُ بِهِ،اخْتِلَافًا مُضْطَرِبًامُعَارِضًا بَعْضُهُ بَعْضًا،وَيُكَذِّبُ بَعْضُهُ بَعْضًا فَاطَّرَحْنَا ذِكْرَهُ،لِأَنَّ نَقْلَهُ تَسْوِيدٌ لِلْوَرَقِ بِمَا لَا يَصِحُّ،وَتَضْيِيعٌ لِزَمَانِ نَقْلِهِ" [32]

ترجمہ: اس کی ماہیت، شکل، محل خروج، عدد خروج، جتنی مقدار میں نکلے گی، لوگوں کے ساتھ کیا کرے گی اور کس چیز کو نکالے گی وغیرہ میں اس طرح کا اختلاف ہے جو آپس میں معارض ہیں اور ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں پس ہم نے ان کا ذکر چھوڑ دیا، اس لئے ان کو نقل کرنے میں کاغذ کو اس چیز سے کالا کرنا ہے جو صحیح نہیں اور اس کے نقل کرنے میں وقت کی ضیاع بھی ہے۔

5: آیت: "وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ"[33] کی تفسیر کرتے ہوئے ملکہ بلقیس نے جو ہدایا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کو پیش کئے تھے، ان کے بارے ایک اسرائیلی اور موضوع روایت ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں فرمایا کہ یہ روایت ضعیف اور موضوعی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"فأهدت إليه وصفاً ووصائف،قال إبن عباس: ألبستهم لباساً واحداً كيلا يعرف ذكراً من أنثى،وقال مجاهد:ألبست الجواري لباس الغلمان وألبست الغلمان لباس الجواري،واختلف في عددهم: فقال إبن عباس: مائة وصيف ومائة وصيفة،وقال مجاهدومقاتل: مائة غلام ومائتا

جارية،وقال قتادة:أرسلت إليه بلبنات من ذهب في حرير وديباج، وقال ثابت البناني:أهدت إليه صفائح الذهب في أوعية الديباج،وقيل: كانت أربع لبنات من ذهب،وقال وهب وغيره: عمدت بلقيس إلى خمس مائة غلام وخمس مائة جارية فألبست الجواري لباس الغلمان الأقبية والمناطق وألبست الغلمان لباس الجواري و جعلت في سواعدهم أساورمن ذهب وفي أعناقهم أطواقاً من ذهب وفي آذانهم أقراطاً و شنوفاً مرصعات بأنواع الجواهر وغواشيهامن الديباج الملونة وبعثت إليه خمس مائة لبنة من ذهب وخمس مائةمن فضة وتاجاً مكللاً بالدر والياقوت المرتفع وأرسلت المسك والعنبر"[34]

ترجمہ: بلقیس نے غلام اور باندیاں بھیجے، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: انہیں ایک طرح کا لباس پہنایا تاکہ مذکر ومؤنث کی پہچان نہ ہوسکے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مذکر کو مؤنث اور مؤنث کو مذکر کا لباس پہنایا۔ ان کی عدد میں بھی اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سو غلام اور سو باندیاں۔ مجاہد اور مقاتل رحمہم اللہ فرماتے ہیں: سو غلام اور دو سو باندیاں۔ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حریر اور دیباج میں سونے کے پتھر بھیجے۔ ثابت بنانی فرماتے ہیں: دیباج کے برتن میں سونے کے تختے ہدیہ کئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سونے کے چہار پتھر تھے۔ وہب وغیرہ فرماتے ہیں: بلقیس نے پانچ سو غلام اور پانچ سو باندیاں بھیجنے کا ارادہ کیا، باندیوں کو مردانہ لباس پہنائے گئے لمبی لمبی قبائیں اور کمر میں پٹکے باندھے گئے، اور غلاموں کو زنانہ لباس پہنایا اوران کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن ڈالے گئے اور گردنوں میں سونے کے طوق، کانوں کی لوؤں میں ہیرے کے جڑاؤ یارنگ پہنائے گئے۔ اور ہدیہ میں پانچ سو سونے کی اینٹیں اور پانچ سو چاندی کی اینٹیں بھیجے اورایک شاہی تاج جو موتیوں سر بھرا اور یاقوت جڑا ہوا تھا۔ ان کے علاوہ تحفہ میں مشک، عنبر اور عود کی بڑی مقدار شامل تھی۔

ملکۂ بلقیس نے جو ہدایا سلیمان علیہ السلام کو بھیجے تھے اس کی نوعیت کے بارے میں ابن جریر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر "جامع البيان في تأويل القرآن(تفسير الطبری)"[35]میں مختلف روایات ابن جریج اور وہب بن منبہ رحمہم اللہ سے نقل کئے ہیں۔

اس طرح امام ثعلبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر "الكشف والبيان"[36]میں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "الدر المنثور"[37]میں سدی رحمہ اللہ اور وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے اس قسم کی روایات نقل کئے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اسرائیلیات ہیں جنہیں بعض راویوں نے اہل کتاب سے نقل فرمائی ہیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں بلقیس کی ہدایا کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد اس قسم کی روایات کے بارے میں فرماتے ہیں:

"والله أعلم أ كان ذلك أم لا،وأكثره مأخوذ من الإسرائيليات "[38]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ ایسا تھا یا نہیں اور ان میں سے اکثر اسرائیلیات ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ بلقیس کے ہدایا کے بارے میں وارد شدہ روایات پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

"وكل ذلك أخبار لا يدرى صحتها ولا كذبها،ولعل في بعضها ما يميل القلب إلى القول بكذبه والله تعالى أعلم "[39]

ترجمہ: یہ تمام اخبار ایسی ہیں جن کی صحت اور کذب معلوم نہیں اور شائد ان میں بعض ایسی بھی ہیں کہ دل ان کی کذب کی طرف مائل ہوتی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

6: آیت:"قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ"[40] کی تفسیر کرتے ہوئے اس محل کے بنانے کے سبب کے بارے میں ایک اسرائیلی روایت بغیر تنبیہ کے ذکر کیا ہے جس سے اس کی ضعف کی اشارہ ہو۔

" وهو سطح من زجاج أبيض شفاف تحته ماء جار فيه سمك اصطنعه سليمان لما قالت له الشياطين إنّ رجليها كحافر الحمار وهي شعراء الساقين،فأراد أن ينظر إلى ساقيها من غير أن يسألها كشفهما "[41]

ترجمہ: وہ ایک صاف اور شفاف سفید شیشے کی ایک سطح تھی، جس کے نیچے جاری پانی تھا اور اس میں مچھلیاں وغیرہ تھی اور سلیمان علیہ السلام نے اس کو اس وقت بنایا جب اسے کہا گیا کہ اس کے پاؤں ایسے ہیں جیسے گدھوں کی کھریں ہوتی ہیں اور اس کے پنڈلیوں پر گھنے بال ہیں تو سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ اس کی پنڈلیاں دیکھے بغیر اس کے کہ اس سے پنڈلیوں کے کھولنے کا مطالبہ کریں۔

اس روایت کو ابن جریر طبری[42]، مدارک[43]، خازن[44] اور البدایہ والنہایہ[45] نے بھی ذکر کیا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے انہوں نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ یہ سب قصے اہل کتاب سے لئے گئے ہیں، جو ان کے صحیفوں میں لکھے ہوئے ہیں، یہ روایتیں کعب احبار اور وہب ابن منبہ کے ذریعے اسلامی معاشرہ میں آئی ہیں، ان کی حقیقت اسرائیلی افسانوں سے زیادہ کچھ نہیں، قرآن کی تفصیل صاف اور واضح ہے اور ان بے سروپا قصوں اور کہانیوں سے آیت قطعی بے نیاز ہے۔[46]

ان کے علاوہ بھی آپ نے کئی مقامات پر ایسی روایات ہیں جن پر تبصرہ کئے بغیر آپ نے نقل فرمائے ہیں، چند مقامات حسب ذیل ہیں۔[47]

البتہ جن مقامات پر اسرائیلی روایت سے کسی نبی کے دامن پر داغ لگتا ہو اور اس کی عصمت متاثر ہوتی ہو تو وہاں پر آپ اس روایت کے بطلان پر تنبیہ فرماتے ہیں یا اس میں تاویل کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1: آیت:"وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ"[48] کی تفسیر کے تحت بہت سارے روایاتِ باطلہ اور اسرائیلیات ذکر کرکے انہیں غیر صحیح قرار دیتے ہیں، اس لئے کہ ان اقوال میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف غیر مناسب باتوں کی نسبت کی گئی ہے۔ اسی طرح علامہ زمخشری رحمہ اللہ اور امام رازی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی آپ نے ان اقوال کو رد کیا ہیں۔ چنانچہ امام شربینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فلم يصح منه شيء عن أحد منهم مع أنّ هذه الأقوال التي وردت عنهم إذا جمعت تناقضت وتكاذبت.قال الزمخشريّ: وهذاونحوه ممن يورده أهل الجبروالحشو الذين دينهم بهت لله وأنبيائه فأخزى الله أولئك في إيرادهم ما يؤدّي إلى أن يكون إنزال الله السورةالتي هي أحسن القصص في القرآن العربي المبين ليقتدي بنبيّ من أنبياء الله تعالى فيماذكروه وأهل العدل والتوحيدليسوامن مقالاتهم ورواياتهم بحمد الله بسبيل وأطال في ردّ ذلك،وكذا فعل الرازي "[49]

ترجمہ: ان میں کئی بات بھی صحیح نہیں اس کے باوجود ان سارے اقوال کو جمع کیا جائے تو یہ آپس میں متناقض ہیں اور ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں۔ امام زمخشری فرماتے ہیں: یہ اور دوسری چیزیں وہ ہیں جنہیں اہل جبر اور حشو نے ذکر کئے ہیں جن کا دین اللہ اور اس انبیاء پر تہمت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو رسواء کریں جنہوں نے ایسے واقعات ذکر کئے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں احسن القصص سورت اس نازل فرمائی ہے تاکہ اس میں جوبات مذکور ہے لوگ اس کی اقتداء کرے، اور اہل العدل والتوحید کے اقوال وروایات میں بحمد اللہ ایسی کوئی بات نہیں، اور اس پر طویل رد فرمائی ہے، اسی طرح امام رازی نے بھی کیا ہے۔

2: آیت:"وَمَاأَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَانَبِيٍّ إِلَّاإِذَاتَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ"[50] کی تفسیر کے سلسلے میں علامہ شربینی نے الغرانیق العلی والا موضوع اور من گھڑت واقعہ نقل کیا ہے اور آخر میں امام رازی کے حوالے سے اس واقعہ کو موضوع اور باطل کہا ہے اور اس پر قرآن، سنت اور عقلی دلائل قائم کئے ہیں۔ امام رازی کے علاوہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کا قول بھی اس کے مردود ہونے کے لیے بطور دلیل نقل کیا ہے:

" قال الرازي: هذه رواية عامّة المفسرين الظاهرية أما أهل التحقيق فقد قالوا: هذه الرواية باطلة موضوعة،واحتجوا على البطلان بالقرآن والسنة والمعقول.وقال البيضاوي: بعد أن ذكر بعض هذه القصة وهو مردود عند المحققين،وإن صح فابتلاء يتميز به الثابت على الإيمان عن المتزلزل فيه،إنتهى"[51]

ترجمہ: یہ عام مفسرین کی روایت ہے اور اہل تحقیق فرماتے ہیں: یہ روایت باطل اور موضوع ہے اور اس کے بطلان پر انہوں نے قرآن وسنت اور عقلی دلائل پیش کئے ہیں۔ اور امام بیضاوی رحمہ اللہ اس قصہ کے بعض اجزاء

ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ محققین کے نزدیک مردود ہے، اور اگر صحیح مانا جائے تو بطور ابتلاء ہے کہ کون ایمان پر ثابت قدم رہتا ہے اور کس کا ایمان متزلزل ہے۔

3: آیات: "وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ "[52] کی تفسیر کے تحت اسرائیلی واقعہ (اوریا کی بیوی کی محبت کا) نقل فرماتے ہیں۔ چونکہ اس واقعہ میں سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کی گئی ہے اس لئے امام شربینی رحمہ اللہ اس واقعہ پر امام رازی رحمہ اللہ کے حوالہ سے رد فرماتے ہیں:

" قال الرازي: والذي أدين الله تعالى به وأذهب إليه أن ذلك باطل لوجوه "[53]

ترجمہ: امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس بات کو میں اپنا دین اور مذہب سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ کئی وجوہ سے باطل اور من گھڑت ہے۔

اسی طرح علامہ شربینی بعض آثار اس واقعہ کے مردود ہونے کے لئے بطورِ دلیل کے پیش کرتے ہیں:

" وقد روي عن سعيد بن المسيب أن علي بن أبي طالب كرم الله وجهه قال: من حدثكم بحديث داود على ما ترويه القصاص فاجلدوه مائة جلدة وستين وهو حد الفرية أي: الكذب على الأنبياء "[54]

ترجمہ: سعید بن المسیب رحمہ اللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں: جو کوئی داؤد علیہ السلام کا وہ واقعہ نقل کرے جو قصاص روایت کرتے ہیں تو اسے ایک سو ساٹھ (160) کوڑے مارے، اور یہ انبیاء کرام پر جھوٹ کی سزا ہے۔

ان مقامات کے علاوہ آپ نے کئی دوسرے مقامات پر بھی اسرائیلی روایات میں تاویلات فرمائی ہیں، جن میں کسی نبی کی عصمت متاثر ہوتی ہو یا اس کی طرف کسی گناہ اور نافرمانی کی نسبت آتی ہو تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائے۔[55]

حواشی

[1] نام شہاب الدین احمد البرلسی اور مصر کے رہنے والے مسلکاً شافعی ہے۔ فقیہ اور اصولی ہے۔ 957ھ کو فوت ہوئے۔ (الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرۃ، نجم الدین محمد بن محمد الغزی (م: 1061ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی: (1418ھ-1997م)، 120/2)

[2] نام الشہاب احمد ابن احمد بن محمد بن عبد اللہ بن زُھیر الرملي الدمشقی الشافعی ہے، 854ھ کو رملہ میں پیدا ہوئے اور 924ھ کو دمشق میں فوت ہوئے اور باب الصغیر میں مدفون ہے۔ (النور السافر عن اخبار القرن العاشر، محی الدین عبد القادر بن شیخ بن

عبداللہ العَیدَرُوس (م:1038ھ)، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ:1405، 1/ 109/ الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرۃ:1/ 129)

[3] شیخ ناصر الدین الطبلاوی مصر میں پیدا ہوئے، مشہور محدث، مفسر، فقیہ، نحوی اور صرفی ہے۔ قرآن کریم کو روایات کیساتھ حفظ کیا تھا۔ 966ھ کو وفات ہوئے۔ (الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرۃ:2/ 32/ دیوان الإسلام، شمس الدین ابو المعالی، محمد بن عبد الرحمن بن الغزی (م:1167ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی:(1411ھ-1990م)، 3/ 231)

[4] الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرہ:3/ 72

[5] الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرہ:3/ 72/ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، عبد الحی بن احمد بن محمد ابن العماد العکری الحنبلی، ابو الفلاح (م:1089ھ)، دار ابن کثیر، دمشق، بیروت، الطبعۃ الاولی:(1406ھ-1986م)، 10/ 561

[6] معجم المفسرین «من صدر الإسلام وحتی العصر الحاضر»، عادل نویھض، قدم لہ: مُفتی الجمھوریۃ اللبنانیۃ الشَّیخ حسن خالد، مؤسسۃ نویھض الثقافیۃ للتألیف والترجمۃ والنشر، بیروت-لبنان، الطبعۃ الثالثۃ:1409ھ-1988م، 2/ 485

[7] الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرہ:3/ 72/ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب:10/ 561

[8] ہدایۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین من کشف الظنون لإسماعیل باشا البغدادی، دار الفکر، بیروت، 1/ 250/ الإقناع فی حل الفاظ ابی شجاع، شمس الدین، محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی (م:977ھ)، دار الفکر، بیروت، 1/ 4

[9] ہدایۃ العارفین:6/ 250

[10] معجم المؤلفین، عمر بن رضا بن محمد راغب بن عبد الغنی (م:1408ھ)، مکتبۃ المثنی، بیروت، دار احیاء التراث العربی بیروت، 8/ 269

[11] نام عمرو بن عثمان بن قمبر اور کنیت ابو بشر تھی، لقب سیبویہ اور آزاد کردہ غلام تھے، اہل فارس سے تھے، نحو میں خلیل بن احمد کے شاگرد ہے، 161ھ میں فوت ہوئے، ابن سلام کہتے ہیں: كان سيبويه النحوي غاية في الخلق، وكتابه في النحو هو الإمام فيه. (نزھۃ الالباء فی طبقات الادباء للانباری:1/ 54)

[12] نام سعید بن مسعدہ ہے کنیت ابو الحسن ہے اور اخفش اوسط سے مشہور ہے، بصرہ میں قیام پذیر تھے، لغت سیبویہ سے سیکھی تھی، معتزلی تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ تفسیر معانی القرآن، شرح ایات المعانی، الإشتقاق، معانی الشعر، کتاب الملوک اور القوافی۔ مبرد آپ کے بارے میں فرماتے ہیں: "وكان الأخفش أعلم الناس بالكلام وأحذقهم بالجدل" وفات 210ھ یا 215ھ کو ہوئی۔ (نزھۃ الالباء فی طبقات الادباء، عبد الرحمن بن محمد بن عبید اللہ الانصاری، ابو البرکات، کمال الدین الانباری (م:577ھ)، مکتبۃ المنار، الزرقاء-الاردن، الطبعۃ الثالثۃ:(1405ھ-1985م)، 1/ 107/ الوافی بالوفیات للصفدی:15/ 161)

[13] نام ابراہیم بن السری ہے،کنیت ابو اسحق ہے اور الزجاج سے مشہور ہے۔ مبرد آپ کے خصوصی اساتذہ میں سے ہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے معانی القرآن،الاِشتقاق، خلق الاِنسان،مختصر النحو،شرح أبیات سیبویہ اورالعروض وغیرہ شامل ہیں۔ بغداد میں 311ھ کو فوت ہوئے۔(نزھۃالالباء فی طبقات الادباءللانباري:1/183/تہذیب الاسماءواللغات للنووی:2/170/الوافی بالوفیات للصفدی:5/228)

[14] نام حسین بن مسعود بن محمد تھا۔لقب ظہیر الدین اور کنیت ابو محمد تھی۔ آپ شافعی المسلک، محدث اور مفسر تھے۔ آپ نے بہت سارے کتب تصنیف کئے، جن میں التہذیب فقہ میں،شرح السنۃ حدیث میں،معالم التنزیل تفسیر میں اور المصابیح شامل ہیں۔ آپ شوال 510ھ مرو روز میں فوت ہوئے۔(وفیات الاعیان:2/136)

[15] ابو القاسم حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی المعروف الراغب،ادیب، حکیم اور مفسر ہیں۔ اصل اصفہان کے تھے اور تحصیل علوم کے بعد بغداد میں رہتے تھے اور بغداد میں ہی 502ھ فوت ہوئے۔ آپ کی تصانیف "جامع التفاسیر، المفردات فی غریب القرآن، محاضرات الادباء،الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ،الاخلاق المعروف اخلاق الراغب، حل متشابہات القرآن، تفصیل النشأتین، تحقیق البیان فی اللغۃ اورالاعتقاد"ہیں۔(الوافی بالوفیات:13/29/سیر اعلام النبلاء:18/120

[16] نام عبد اللہ بن الحسین البغدادی الازجی اور کنیت ابو البقاء العکبری مسلکاً حنبلی ہے۔ 538ھ کو پیدا ہوئے اور 616ھ کو فوت ہوئے۔ کئی مفید کتابوں کے مصنف ہیں جن میں تفسیر القرآن اعراب القرآن،اعراب الشواذ من القراءات،متشابہ القرآن،عدد آی القرآن،اعراب الحدیث شامل ہیں۔(الوافی بالوفیات للصفدی:17/73)

[17] البقرہ:248

[18] السراج المنیر:1/161

[19] الأعراف:145

[20] السراج المنیر:1/515

[21] الکہف:21

[22] نام محمد بن اسحق بن یسار تھا،کنیت ابو عبد اللہ تھی، آپ قیس بن مخرمہ کے غلام تھے۔ آپ تابعی اور مغازی و سیرت کے امام تھے،اگرچہ امام مالک اور بعض دوسرے علماء نے آپ پر سخت الفاظ میں جرح کیا ہے لیکن اکثر علماء و محدثین کا آپ کے حفظ پر اتفاق ہے۔ شعبہ آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث اور امیر المحدثین کہتے تھے۔ آپ بغداد میں 153ھ یا 156ھ میں فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب:9/33)

[23] الکہف:22

[24] السراج المنیر:2/364

[25] ایضاً:5/134

[26] اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، محمد الامین بن محمد المختار بن عبد القادر الجکنی الشنقیطی (م:1393ھ)، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، عام النشر:(1415ھ-1995م)،3/206

[27] النمل:82

[28] السراج المنیر: ج3، ص74

[29] آپ کا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج الرومی، الاموی اور کنیت ابو الولید یا ابو خالد ہیں۔80ھ میں پیدا ہوئے۔ صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات ثابت ہے۔ آپ کے شیوخ میں آپ کا باپ، مجاہد، عطاء بن ابی رباح، میمون بن مہران، عمرو بن شعیب، نافع، زہری جبکہ تلامذہ میں سفیانان، مسلم بن خالد، ابن علیة، ابو عاصم، وکیع، عبد الرزاق وغیرہ شامل ہیں۔ عبد الرزاق کہتے ہیں: میں نے ابن جریج جیسا بہترین نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ابن المدینی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن جریج سے روئے زمین پر بڑا کوئی عالم نہیں ہے۔150ھ میں فوت ہوئے۔ (تہذیب الکمال:2/855/ تذکرۃ الحفاظ:1/128/ سیر اعلام النبلاء:6/325/ تہذیب التہذیب:6/402)

[30] میزان الاعتدال فی نقد الرجال، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی (م:748ھ)، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار المعرفة للطباعة والنشر، بیروت، لبنان، الطبعة الأولی:(1382ھ-1963م)،4/352

[31] مفاتیح الغیب، (التفسیر الکبیر)، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی الملقب بفخر الدین الرازی خطیب الری (م:606ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة:1420ھ،24/572

[32] البحر المحیط فی التفسیر لابی حیان الاندلسی:8/268-269

[33] النمل:35

[34] السراج المنیر:3/57-59

[35] جامع البیان فی تاویل القرآن (تفسیر الطبری):19/455-456

[36] الکشف والبیان عن تفسیر القرآن للثعلبی:7/207

[37] الدر المنثور، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین السیوطی (م:911ھ)، دار الفکر، بیروت،6/357-358

[38] تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر):6/172

[39] روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی:10/194

[40] النمل:44

[41] السراج المنیر:3/63

[42] جامع البیان فی تاویل القرآن (تفسیر طبری):19/473

[43] تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التاویل)،2/609

[44] لباب التاویل فی معانی التنزیل، علاءالدین علی بن محمد بن ابراہیم بن عمر الشیحی ابوالحسن، المعروف بالخازن (م:741ھ)، المحقق: تصحیح محمد علی شاہین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ:(1415ھ)،3/348

[45] البدایۃ والنہایۃ ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری ثم الدمشقی (م:774ھ)، دارالفکر، عام النشر:(1407ھ-1986م)،2/24

[46] تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر):6/197

[47] السراج المنیر:1/50/1/105/1/241/2/404/4/349/4/530

[48] یوسف:24

[49] السراج المنیر:2/101

[50] الحج:52

[51] السراج المنیر:2/559

[52] ص:21-22-23-24

[53] السراج المنیر:3/407

[54] السراج المنیر:3/408

[55] السراج المنیر:1/82/1/546/3/250/3/416/4/7